ڈیلفی کا رتھ بان
پیٹر کُرمین
مترجم
خالد اقبال یاسر
اکادمی ادبیات پاکستان
اسلام آباد، پاکستان

ڈیلفی کا رتھ بان

پیشِ نظر کتاب ہمارے واٹس ایپ گروپ کے سکالرز کی طلب پہ سافٹ میں تبدیل کی گئی ہے۔ مصنفِ کتاب کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ سافٹ بنانے والوں کے حق میں دعائے خیر کی استدعا ہے۔

زیرِ نظر کتاب فیس بک گروپ ''کتب خانہ'' میں بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے۔
گروپ کا لنک ملاحظہ کیجیے :

https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/?ref=share

میر ظہیر عباس روستمانی

03072128068

ڈیلفی کا رتھ بان
The Chariotee in Delphi

پیٹر کُرمین

Peter Curman

مترجم

خالد اقبال یاسر

khalid Iqbal Yasir

اکادمی ادبیات پاکستان

اسلام آباد، پاکستان

نگران اعلیٰ	فخر زمان
منتظم	ڈاکٹر راشد حمید
تدوین و اشاعت	طارق شاہد
اشاعت	2009
تعداد	500
ناشر	اکادمی ادبیات پاکستان، H-8/1، اسلام آباد
مطبع	ماریہ پرنٹرز، اسلام آباد
قیمت (پاکستان)	90 روپے
قیمت (بیرونِ پاکستان):	$ 3.00 £ 2.00

ISBN: 978-969-472-226-9

"The CHARIOTEER IN DELPHI"

Peter Curman

Translated By

Khalid Iqbal Yaser

Publisher

Pakistan Academy of Letters

Islamabad,Pakistan

فہرست

ابتدائیہ

ہمارے ہاں شاعری اب بھی بہت حد تک شاعری ہے، شاعری جس کا تصور ہمارے ذہنوں میں، دلوں میں ہے، جسے محسوس کیا جا سکتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جدید دنیا کی شاعری میں موضوعات اور اسالیب اور طرح کے ہوتے جا رہے ہیں۔ شعور کی رو علم کی ترسیل، جدید ذرائع ابلاغ سمعی بصری آلات اور آمد و رفت کے ذریعوں کی تیز رفتاری نے اس دنیا کو ایک بڑے گاؤں کی صورت دے دی ہے۔ کسی ملک کے شہری ہونے یا کسی قوم کا فرد ہونے سے بڑھ کر بین الاقوامی شہریوں کا طبقہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ پیٹر کرمین کی شاعری ایک ایسے ہی فرد کی شاعری ہے جو اپنے جغرافیے ہی سے نہیں دنیا کے جغرافیے اور اس کی رواں تاریخ سے ارتباط رکھتا ہے۔ اسے ان مظاہر فطرت سے بھی لگاؤ ہے جن کے درمیان اس نے نشو و نما پائی۔ اسے بین الاقوامی تاریخ کے نشیب و فراز سے بھی دلچسپی ہے۔ اس کی حسیت اور حساسیت پوری بنی نوع انسان کے لیے ہے اور اپنی قوم کے لیے بھی لیکن اس کی نظمیں پڑھتے ہوئے دونوں میں کوئی خطِ امتیاز دکھائی دیتا ہے نہ محسوس ہی ہوتا ہے۔ اس کے دل میں سب کے لیے دردمندی ہے۔ اس کے موضوعات نئے ہیں۔ اسلوب میں تازگی ہے سویڈش سے انگریزی اور پھر اردو ترجمے سے بھی اس کی نظموں میں بہت سی شاعری اور فکری توانائی بچ رہی ہے۔ ایسی نظمیں ہماری شاعری کو متاثر کرنے کی اہل ہیں اور ان سے ہمارے ادب میں جدیدیت کا ایک نیا تصور جنم لے سکتا ہے۔

اکادمی ادبیاتِ پاکستان کا مقصد ادب کے ان تراجم کے ذریعے اردو دنیا کو بین الاقوامی ادب سے مربوط کرنا ہے۔

عمومی طور پر ادب کے فروغ کے ساتھ ساتھ ان تراجم سے ہمارے ادب میں نئی سے نئی تحریکوں کی داغ بیل کی امید باندھی جا سکتی ہے۔

فخر زمان

چیئرمین

اکادمی ادبیات پاکستان

پیٹر کرمین

تعارفیہ

پیٹر کرمین 1941 میں پیدا ہوا۔ وہ سویڈن کا ایک معروف شاعر ہے۔ اس کی شاعری کا پہلا مجموعہ 1945 میں منظر عام پر آیا۔ اب تک شاعری میں اس کی دس سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے منتخبات بھی مرتب کیے ہیں، ایک عشقیہ ناول لکھا ہے اور تنقید کے میدان میں بھی قلم آزمائی کی ہے۔

کرمین 1987 سے لے کر 1995 تک سویڈن کے ادیبوں کی انجمن کا صدر رہا ہے اور آج کل وہ سویڈن کے ادیبوں اور فنکاروں کی ایک مشترکہ مجلس کا چیئر مین ہے۔ یہ مجلس لگ بھگ انیس تخلیقی انجمنوں کی نمائندہ تنظیم ہے جو سویڈن کے ادب اور ثقافت کے فروغ کی خاطر سرگرم عمل ہیں۔ وہ بحیرہ بالٹک، بحیرہ اسود اور ایجیین میں 1992 اور 1994 کی ادبی سیاحتوں کا روح رواں تھا جن کے نتیجے میں یونیسکو کے تحت سویڈن کے جزیرے گوٹ لینڈ اور یونانی جزیرے رھوڈز میں ادیبوں اور مترجمین کے مراکز قائم ہوئے۔

پیٹر کرمین نے پوڈیم کی ابتدا کی جو سویڈن کا ڈیجیٹل اشاعت گھر ہے، اس کا مقصد پوری دنیا کے قارئین تک ادب کی ترسیل کے لیے جدید تکنیک کا استعمال عام کرنا ہے قارئین پیٹر کرمین سے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

Home Page: http://www.marebalticum.selcurman

The Doctor has his stethoscope. I have my poems. With them I listen to my heart, my dreams, my reality. When the doctor takes his blood test to determine the condition of your health, I take my poetry test.

Unfortunately, I cannot, like the doctor, write out any prescriptions.

There are poems instead. But perhaps they can help me and you to endure life's paradoxes more easily and to make us see ourselves in a more forgiving light. We are not alone in our longing and agony, we live in different bodies but in the same life.

Peter Curman

نیلام

یہاں ہوں میں

آدھی عمر پر نیلامی کرتا ہوا

ایک شاعرانہ نیلامیہ

جو کچھ میرا تھا

لگ بھگ سارے کا سارا

پہلے ہی نیلام ہو چکا ہے

میری بیویاں، میری ناکامیاں، میرے خواب

اب میں اپنی باقی ماندہ زندگی نیلام کر رہا ہوں

تم مجھے اپنی اس آراستہ، موزوں

اور خوش خیال عمر مختصر کا کیا دو گے؟

یا اس بے مایہ خواب کا

جواب بھی آرزو سے پیچیدہ ہے؟

ساز و سامان کی ایک ایک چوکی ایک ساتھ

باری باری نیلام کرنے سے پہلے

میں کس قدر انجان تھا

کہ کتنا رطب و یابس پھر بھی بچ رہا تھا

مگر اب میں سب کا سب ایک ہی بار جانے دوں گا

تو میرے دوستو،

جو ابھی تک خزانے کا خواب دیکھتے ہو

ان کے لیے موقع ہے

تم ایک زندگی کے بدلے کیا دو گے؟

زندگی

یہی وقت ہے

دستبرداروں اور امیدواروں کے بغیر

آنکھ میں زندگی پر نگاہ کرنے کا

اس اعتراف کی خاطر کہ ہم

سورما نہ ہو سکے جو ہم کبھی ہونا چاہتے تھے

بلکہ ایک خستہ شکستہ جتھہ

اور ارزل پسماندگان ہیں

سرطان کے سبب جراحت زدہ

بائی پاس کے ساتھ یا محض سادہ گنٹھیا کے مریض

اولڈاوک سیونگز بنک مشورہ دیتا ہے

کہ ہم ضعیف العمری میں تحفظ کا وسیلہ پس انداز کریں

مگر زندگی کہیں اور جاتی نظر آتی ہے

ہم میں سے بعض کسی بھی عمر کو پہنچ نہیں سکتے

دوسرے شفاخانوں یا تیمارخانوں میں پہنچ جاتے ہیں

جبکہ جعلی افراد اصراف اور کاروباری ظہرانے بپا کرتے ہیں

زندگی اتنی بے لحاظ ہے

کہ ہماری خصوصی تقویموں پر نہیں چلتی

یہ ہمارے جھنجھلاہٹ بھرے احتجاجوں سے بے نیاز

اپنی راہ چلتی ہے

اقلیم تخلیق کے ایک جزد کے طور پر ہم دہشت زدہ ہیں

اس لیے ہمارے کوئی معنی نہیں؟

جست

میاں جست
گودی اور کشتی کے بیچ
میں ساٹھ سے زیادہ مگر سولہ سے اب بھی قریب تر ہوں
جسم کی کاربونیت کبھی زائل نہیں ہوگی
میری ٹانگوں کی اپنی یادیں ہیں
چٹانوں پر، پہاڑ کی ڈھلانوں پر
پھرتیلی یورشوں کی
میرے ورزشی جوتوں میں اب بھی چہچہاہٹ ہے
جب وہ چمکتے فرش پر گھومتے ہیں
میری حیرانی پر غور کرو
جب دفعتاً مجھے محسوس ہوا
کہ میری ٹانگیں جواب دے گئی ہیں
اور میں ایک بیل کی طرح
دھم سے گودی پر جا پڑا ہوں

ایک لمبے عرصے تک پیٹ کے بل، مڑے پاؤں

اور دکھتی ٹانگ کے ساتھ پڑے پڑے

ایک ہی ذات میں گرا ہوا فرشتہ اور بیل

بہرطور سوال سے زیادہ سانجھ سے قریب تر

اور کاربونیت؟

ایک جملہ بھی نہیں

عکسِ آئینہ ما

عکسِ آئینہ ما اور میں
آپس میں نہیں ملتے
میرا عکسِ آئینہ اصل سے بڑا اور فربہ ہے
میں چند پاؤنڈ کے اندر اپنا وزن متناسب رکھتا ہوں
عکسِ آئینہ ادھر ادھر سرخ جبڑے والے مبلغ کی طرح
آس پاس اتراتے ہوئے مضحکہ اڑاتا ہے
اپنی فطانت میں خود اپنے بس میں رکھتا ہوں
میرا عکسِ آئینہ بزدل ہے اور مصلحت میں عجلت کرتا ہے
میں خود شمہ بھر نہیں جھکتا اور اپنے ایقان پر پختہ رہتا ہوں
سوال یہ ہے کہ میں کون ہوں
میرا عکسِ آئینہ یا خود میں
کون ہے جو ایسے عجیب طرح سے مجھے منعکس کرواتا ہے

بین المتون

ہنری پارلینڈ، فن لینڈ کے سویڈن نژاد نابغے نے ایک بار لکھا:

''کافی یا چائے؟ ہیملٹ نے اسے زیادہ خوبصورتی سے ادا کیا...'

یہ 1920 کے آس پاس کی بات ہے

آج قرن بدلنے سے ذرا پہلے... میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں:

پاس بائی یا بائی پاس

شاید کوئی ولیم ٹیلر ژ یٹس کو اس کی لوحِ مزار پر

یہ کندہ کروانے پر غلط نہ سمجھے:

''زندگی پر، موت پر ایک نگاہِ سرد مہر ڈالو

گھڑسوار گزرتا ہے

میں نہیں سمجھتا کہ وہ لفظی ترتیب میں

تبدیلی پر برا مانے گا''

بعض معاملات پر، پیارے!

بعض معاملات پر پیارے، ہم ہمیشہ متفق ہو سکتے ہیں
کسی نہ کسی کو ضعیف العمر کے پاس بیٹھنا ہوتا ہے جب وہ مرتے ہیں
کسی نہ کسی کو ہمارے پاس بیٹھنا ہوتا ہے جب ہم مرتے ہیں
کسی نہ کسی کو اس کے مرجھاتے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لینا ہوتا ہے
کسی نہ کسی کو خشک لبوں کی جانب جام بڑھانا ہوتا ہے
کسی نہ کسی کو اس نازک زندگی پر نگاہ رکھنا ہوتی ہے
جو ادراک سے باہر، پرندوں جیسے نحیف جسم سے اپنی آزادی کی کوشش میں ہو
کسی نہ کسی کو ہمارے پاس ہونا ہے جب وقت معلوم آ جائے
کسی نہ کسی کو ہماری پلکیں بند کرنا اور جبڑوں کو جوڑنا ہے
جو آخری حد تک خاموشی سے کھلے ہوں
کسی نہ کسی کو آخری معائنہ کرنا ہے
اور ضروری اطلاعات دینی ہیں
کسی نہ کسی کو ہمارے بعد زندگی جاری رکھنا ہے
بعض معاملات پر، پیارے!
ہم ہمیشہ متفق ہو سکتے ہیں

☆

موت

یہ گرجتا گزرتا یونانی موسم گرما

جب سورج کی شعاعیں برستی ہیں

تم اپنے خوابوں کی چھتری تلے گھومتے ہو

جب دفعتاً تمہارا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے

یہ تم نہیں تھے جسے موت کا خیال آیا

یہ موت تھی جسے تمہارا خیال آیا

پتھر دل

اور میں ہی ہوں، جس نے سوچا

کہ ساری گاڑیاں رخصت ہو چکیں اور ساری گھڑیاں بند ہوئیں

میرے پتھر دل کو مسرت کا احساس کبھی گدگدائے گا

اور پھر

نہ جانے کہاں سے گنگناہٹ اور ترنم ریزی،

دوسرا ہاتھ کسی مدہوش رقاصہ کی طرح

ابد کے فرشِ رقص پر گھوما

سمندر نے رخ موڑ لیا ہے اور پوری توانائی اور لگاؤ سے

واپس آ رہا ہے

کس قدر نرالا ہے:

میں اور میرا پتھر دل

☆

جڑیں

گرما کی رات مطبخ میں اکیلے بیٹھے ہوئے،

خاموش

صرف میرا دل قرض شناسی سے

میرے کان کی پرپیچ نہر میں دھڑکتا چلا جاتا ہے

زیر کلک ناخوش تحریر سے خالی سفید کاغذ رکھا ہے

میرے لاشعور میں کسی جگہ خیالات اور اوہام کا ارتعاش ہے

جو الفاظ میں تبدیل ہونے سے انکاری ہیں

میں خاموشی کے بارے میں لکھنے کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہوں

لفظوں کے معدوم ہونے کے سوا

جب ایسے میں کوئی دوسری اور بہتر چیز موجود بھی ہو

مگر میں نہیں لکھتا اور اس کے بجائے خاموشی کو سنتا ہوں

جو اس دوران بلند اور نغمہ زن ہے

دریچے سے باہر

شجر زمین سے پھوٹتے ہیں

وہ اپنی شاخوں کے جال آزادی کی کھلی اشارت کی طرح

روشن رات کے آسمان کی جانب پھیلاتے ہیں

میں انہیں بڑھتے ہوئے سن سکتا ہوں

پتوں کی سائیں سائیں میں کیسی آرزو چھپی ہے

وہ مجھے کیا بتانے کی کوشش میں ہیں

کہیں گہرائی میں اپنے اندر

میں ان کی خفیہ زبان سمجھتا ہوں

میری اور سارے درختوں کی زندگی کے لیے

جڑوں کے اسی نظام کی طرف لوٹ جاؤ

زمین کے اندر

جو ہمیں جلدی دوبارہ واپس لے لے گی

خواب

میرا خواب

میری گہری خواہش

میرا خیال ہے کہ ہر شاعر کا خواب اور گہری خواہش یہ ہے

کہ تو جو یہ پڑھ رہی ہے

نظم میں اتر کر

زبان کی گہرائی میں جا کر

بھید بھرے خطے میں

جہاں الفاظ جنم لیتے ہیں

ہمارے اندر جھرنوں سے آتی

شاذ و نادر ہی قابل سماعت سرگوشی کا

احساس کرے گی

اگر تو ایسا کرے

اور اپنا انکار نہ کرے

تو پھر تیرا شاعری کے اندرونی حصے سے

ارتباط قائم ہوگا جو نام دینے اور اس کے لیے

ثابت قدم رہنے سے عبارت ہے

جو نا قابلِ ادراک ہے

پھر کتنا حیرت افزاء ہوگا

کہ جتنا تو پسپائی اختیار کرے گی

اتنا ہی حقیقی ہوتی چلی جائے گی

☆

عظیم معافی کا دن

ہم سارے عظیم معافی کے دن کا خواب دیکھتے ہیں

جب ہمارے دلوں سے ہمارے گناہوں کا بوجھ اٹھالیا جائے گا

ہم ایک بار اور ہمیشہ کے لیے

انہیں بھی معاف کردیں گے جنہوں نے ہمارے خلاف گناہ کیے

تمام شیطانی اعمال پر

اور روزمرہ غلطیوں پر خطِ تنسیخ پھیرنے کے لیے

جو ہم سے اپنی نادانی میں سرزد ہوئے

یہ بہرطور ایک رحم کا عمل ہوگا جس کے لیے خاموشی سے دعا کی جائے

مگر یہ نہ سمجھ لینا کہ کوئی رحم یہیں ملے گا

سود در سود چکانا ہوگا

کوئی درد اتنا اچھا نہیں ہوتا کہ بڑھ نہ سکے

کوئی قرض اتنا بھاری نہیں ہوتا کہ اور بھاری نہ ہو سکے

اپنی آنکھوں پر پٹی کے سبب

تم زندگی بھر ڈگمگاتے رہے

جیسے تم دنیا میں اکیلے ہو

تمہارے پیچھے آبادیاں اور لوگ برباد ہوتے رہے

مگر تم پر کچھ بھی اثر نہ ہوا

اپنی دنیا میں غرقاب

تم نے دنیا کو دفن ہونے دیا

اس لیے حیرانی کا شکار نہ ہونا

اگر ناقابلِ یقین ہو

کہ عظیم معافی کا دن سب کے لیے ہوگا

صرف تمہارے لیے نہیں ہوگا

☆

دوہری کھاتہ نویسی

پنجروں میں حیوانوں کی طرح

ہم قدم قدم اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں

سلاخوں میں سے ہم زندگی کا الجھاؤ دیکھتے ہیں

ہم اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کرتے ہیں

جیسے مرغی اپنے چھوٹے گتھے ہوئے پروں

مگر ایک انچ آگے نہیں بڑھتے

ہماری نامدار آزادی کہاں گئی؟

ہم جو دنیا کو منقلب کرنا چاہتے تھے

بورژوائیوں کی متاع اڑانے کے لیے

اور لاانتہا تک اپنا راستہ متعین کرنے کے لیے

کیوں کچھ بھی ممکن نہ ہوا؟

ساری دنیا ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے

وہ ہم تھے جو عظیم ناول لکھنے والے تھے

اور شاعری جو دنیا کو بدل دیتی

وہ سب کہاں گیا؟

اب چابک سے ازحد خوفزدہ کتے کی طرح

ہم نزدیک ترین کپکپاتی ٹانگ سہلاتے ہیں

ہم اپنی پتلون کی جیبوں میں اپنے ہاتھوں کو احتیاط سے بھینچتے ہیں

دہشت سے متاثر

ہم اپنی ناکوں پر اپنے خوابوں کو متوازن رکھتے ہیں

ان میں اپنے دانت گاڑنے کے بجائے جو انہیں

ہم سے چھیننے آیا ہے

لیکن تم اگر ہم سے پوچھو

کہ کیا ہم ہار مان چکے ہیں، ہم جواب دیتے ہیں

ہاریں؟

اور ہم

کبھی نہیں

☆

رتیں

زمستان:

آواز بغیر

برف کا پہلا گالہ

زمین پر آہستہ سے گرتا ہے

اور شہر کے برف تراش کا عظیم برفانی موزہ

اس کا خیر مقدم کرتا ہے

بہار:

لگ بھگ مارچ کے ساتھ ساتھ

تحریک ہوتی ہے

کشتیاں اب اور اپنے تابوت میں استراحت کرنا نہیں چاہتیں

وہ زندہ پانیوں میں اترنا چاہتی ہیں

سمندر کی سانس

اور تختے کے نیچے اٹکھیلیاں کرتے پانی کا خم محسوس کرنا چاہتی ہیں

گرما:

پاؤں پسارنا اور گھاس کے بیچ سو جانا
اور گھاس کاٹنے والے کا اچانک آ جانا

خزاں:

اکتوبر درختوں سے سنہرے سکے چھنچھناتا ہوا باہر پھینکتا ہے
زمین کا مفلس انبوہ انبار اٹھا لے جاتا ہے

☆

لائزیکل پر سورج چمک کیوں نہیں رہا؟

(ایک طوفانی اختتامِ ہفتہ کی یاد میں)

اب سمندر، سمندر کے اندر آتا ہے:

سفید جھاگ اڑاتا یہ خلیج گل مار میں داخل ہوتا ہے

لہر در لہر:

سمندر کی جگہ گھیرتا

گودی میں ایک مشتعل موسیقار سمندر کی راگنی ترتیب دیتا ہے

بجروں کے مستولوں میں اور

جزیرہ شعفٹ پر شکستہ جہازوں کی طرح بہتے ہوئے

نیچے اڑتے بادل ہیں

گرما کہاں چلا گیا؟

کیا خزاں پہلے ہی سے وہاں ہے؟

سورج لائزیکل پر چمک کیوں نہیں رہا؟

خود کو پاگل نہ بناؤ

ہوتا یہ ہے کہ ایک ملاح کی لرزاں ٹانگ بادلوں کے درمیان دیکھی جا سکتی ہے

اور پھر ایک اور

اگر نیلاہٹ اور بڑھی تو سارا آسمان پھٹ پڑے گا

اور ہر شے ایسے ہوگی جیسا ہم چاہیں گے

گلمار دمکتے آئینے کی طرح ہے

پانی کی وسعتیں بادبانوں سے بھری ہیں

اور جب سورج ڈوبتا ہے

تو فش کریک میں کھڑکیاں روشن ہوتی ہیں

اور شیفٹ جزیرے کا پہاڑ افق کے مقابل زرد ہو جاتا ہے

تب ایک بار پھر چاندی کی چمچ سے ہم سارے

گلمار سے سنہری ٹمٹماہٹ کی بالائی اتارتے ہیں

تیز نگاہ

معاملات کے ادراک کے لیے یورپ پر ایک تیز نگاہ:

رھوڈز کے ساحلی پتھر ابھی وہیں ہیں

(میں ایک مٹھی دوہری کھڑکیوں میں سجانے کے لیے گھر لے آیا ہوں)

ایتھنز میں سب وے کی تعمیر کی طرح

قدیم مسولینی ہوٹل دی روز کی بحالی جاری ہے

چنانچہ اولمپکس کے مہمان ریل کے ذریعے ہیڈز سے گزر سکتے ہیں

میں نے صوفیہ میں دریافت کیا

کہ تھریشین زیور اپنے شیشے کے نمائش خانوں میں اطمینان سے دمکتے ہیں

گلی میں بے حال زندگی کے باوجود

ہر شے ویسی ہی ہے جیسا اسے ہونا چاہیے

یہ صرف ہماری بے قابو زندگی ہے جو ویسی نہیں ہے

یہ ناقابلِ اعتبار زندگی جو ہمیں اچانک ترک کر دیتی ہے

یا لاٹھیوں اور سماعت کے آلوں کے ساتھ کمزور پڑتے سورماؤں میں

تبدیل کر دیتی ہے

لگتا ہے ہر ایک اپنے آپ کو آہستہ رو ادھیڑ عمر میں پاتا ہے

جو چالیس سے ستر برس تک رہتی ہے

ہم دھندلاتی آنکھوں والے نئی نسل کا احترام کرتے ہیں

جو بارہ بجے تک سوتی ہے اور وفیات نہیں پڑھتی

لیکن ایسا نہ سمجھنا کہ ہم نے ہار مان لی ہے

ہماری تمنا ہمارے لہو سے کبھی نہیں جاتی

اور اگرچہ ان دنوں ہمارا موضوع تحریر

صرف نامردی کا مسئلہ نہیں

ہماری ہوس شدت سے ہماری رگوں میں شعلہ فشاں ہے

☆

ھیلسنکی پر سیدھی دھوپ

بالآخر ہیلسنکی: شارع میز بائم پر سیدھی، تیز دھوپ
اسفالٹ کے آر پار پرچھائیوں کی طرح حرکت کرتے لوگ
اسی طرح وقت کے ہاتھوں پامال ہو جاتے ہیں جس طرح
ہم اپنے خیالوں اور اپنی یادوں سے
گھوڑے کی پیٹھ پر صرف میز بائم لا پرواتا رنج کے آر پار
اپنی دھوپ سے سنولائی ہوئی مسافرت جاری رکھے ہوئے ہے
کس قدر مرتعش جذبات، خیالات، امیدیں،
اب میرے پاؤں کے نیچے اسفالٹ میں واماندہ پڑی ہے
اور پھر بھی میرا دل لطف سے لبریز ہے
طعام گاہیں وعدوں سے لبالب تھیں
زندگی حدود سے نا آشنا تھی
سب کچھ یہیں پہ تھا اور اب: سب کچھ زبانی، قربت اور کھال
اس وقت تک یہی چلن تھے، مستقبل نظر سے اوجھل تھا
شارع ابز رویٹری پر دھوپ انی کی طرح جام شراب میں سے نکلتی ہے

باہر وہاں باغ کی نشست پر جو رنگ چڑیوں کے لیے
نظم کہہ سکتا تھا

یہ اب سے اس قدر پہلے تھا کہ آج
سیدھی دھوپ میں کوئی موسیقی، کوئی دھڑکنیں سنائی نہیں دیتیں
آمد و رفت اسی خاموشی سے جاری رہتی ہے جیسے کسی خاموش فلم میں
گلی کی کاریں پاس سے بے آواز پھسلتی جاتی ہیں
بھاری دل سے میں خود پامال راہِ زندگی پر چلتا چلا جاتا ہوں
میں اب بھی اس کا اندوہ محسوس کرتا ہوں جو میں نے کھو دیا
میرا خوابِ زندگی
جس نے مجھے وجود اور حقیقت سے بھر دیا تھا

سینٹ پیٹرز برگ، جون 1997

گرمیوں کا گرم دن

نیوسکی پراسپکٹ لہر کے ساتھ بہتا جاتا ہے

دوسروں کے درمیان ایک انسان کا بقیہ

ظالم نو دولیتے، نو مفلس سینٹ پیٹرز برگ میں

اور میں گوستینی ڈوور کے ساتھ ساتھ سائے میں اپنے راستہ اختیار کرتا ہوں

جو خریداری کی بہت سی کھڑکیوں والا ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور ہے

جسے دولت سے محروم لوگ ''عجائب گھر'' کہتے ہیں

ٹیکسیاں ایسے میں سطح اور ٹیکسی میٹر پر پھسلتی جاتی ہیں

یہاں وہاں دمکتی ہوئی برجیوں کے نیچے

الکحل یا عقیدے میں گرتے پڑتے لوگ

گلی میں ایک ضعیف سیاہ پوش عورت اپنا سر پیٹتی،

گھٹنوں کے بل کھڑی ہوئی ہے

ایسے میں اس کے بازو ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہیں

مرکزی مجلس نے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا ہے

نیوا کے پہلو میں الیگزینڈر پلاز کے ساتھ

لوئیس آرمسٹرانگ اب بھی ہوٹل ماسکو کے میخانے میں

چمکدار نائیلون جیسے زانوؤں کے لیے میک دی نائف گاتا ہے

ایسے میں لا پن دلما کی اشتہاری روشنیاں

اس امید کی طرح جلتی بجھتی ہیں جو کبھی نہیں مرے گی

سیاحتی کشتیوں پر گائیڈ تاریخی خلفشار میں

ترتیب پیدا کرنے کی پوری سعی کرتے ہیں

ان کی تقریروں کی غوں غوں میں بگلوں کی کرلاہٹ گھلی ہے

ایک کبوتر آنزک کیتھیڈرل میں آنکلا ہے

اور سیاحوں کے سروں پر پوری آزادی سے اڑتا پھرتا ہے

لینن گراڈ نے اپنا فوجی لبادہ اتار پھینکا ہے

نیوسکی پرسپکٹ پر انسانی بہاؤ سے ایک پتھر کی دسترس پر

مافیا کی مرسیڈیزیں ہوٹل یوروپا کے باہر قطار باندھے کھڑی ہیں

اس سے کچھ نہیں ہوگا کہ سینٹ پیٹرز برگ نے اپنا پرانا نام واپس لے لیا ہے

محاصرہ جاری ہے

یروشلم

میں نے بھی اب اپنا واماندہ سر
یروشلم میں دیوارِ گریہ کے مقابل جھکا دیا ہے
بہت دیر تک معبد کی کھردری دیوار کے مقابل
میں اپنی پیشانی لئے کھڑا رہا
کتنی دعائیں، امیدیں اور خواہشیں
صدیاں در صدیاں ان پتھروں میں نہیں روئی ہوں گی
اندوہ سے بوجھل اور درماندہ
دیوار وہیں ایستادہ ہے، ہماری مہمل خواہشوں کی یادگار
سچے ایمان والوں کے لیے دیوار ایک دروازہ ہے، ایک ابتدا ہے
دوسری جانب جنت جگمگاتی ہے، خدا کا حیران کن معبد
ان کے لیے جو خدا کی روشنی چھنتی ہوئی محسوس کرتے ہیں
جہاں ہم دوسرے محض گارا دیکھتے ہیں
دیوار ایک تصدیق ایک کارِ عظیم کی علامت ہے
جس میں ہم دوسرے کبھی شریک نہیں ہو سکتے

پھر بھی

ہم دیوار کے آگے ایک ساتھ کھڑے ہیں، صاحب ایمان اور کافر

ہمارا درد اور ہماری حسرت مشترک ہے

جیسے ایک ملک آزادی کا خواب

انٹرنیٹ کے جاسوسی کرتے کیمرے کی آنکھ کے زیر نگاہ

خوابوں کی دیوار کے آگے کھڑے ہوئے

ہم اپنے انتہائی ذاتی رازوں کے بارے میں سرگوشی کرتے ہیں

کیا دیوار کے اندر گہرائی میں کوئی زاری کرتا دل ہے؟

☆

نکوسیا

ایک خیالی دریا نکوسیا میں بہتا ہے

حسرت والم کا دریا

یہ وینیسی دیواروں کے بیچوں بیچ بہتا ہے

لبرٹی سکوائر کے آر پار، سیدھا

لیڈرا پیلس کے قریب یہ سرحدی پولیس سے آگے گزر جاتا ہے

جہاں ایک دنیا ختم ہوتی ہے اور اقوام متحدہ شروع ہوتی ہے

یہ کوہساروں تک رکاوٹوں سے گزرتا ہے

اور پھر منتظر سمندر اور کائرینیا کی طرف مڑتا ہے

تھلاسا! تھلاسا!

ڈینیز، ڈینیز

کوئی اس دریا کو روک نہیں سکتا

اس لیے کہ یہ لوگوں کے دلوں میں راستہ بنائے ہوئے ہے

یہ ان کی آنکھوں اور خوابوں میں زندہ ہے

اپنے دیدبانوں اور سرحدی گشتی دستوں کے ساتھ

سبز لکیر نکوسیا کو کاٹتا ایک چاقو ہے

الجھی ہوئی یہ خاردار تار دریائے آرزو نہیں روک سکتی

لوگوں کے صرف اجسام ہی ہیں جنہیں پابند کیا جا سکتا ہے

مگر ان کے خیالات کو نہیں

صرف راہداری کے پروانے ہیں جن سے اب بھی یونانی قبرصیوں

اور ترک قبرصیوں میں امتیاز کیا جا سکتا ہے

لیکن کیا کوئی قابض فوج ایک سرزمین اور انہی کوہساروں

اور انہی خوابوں سے ان کی نسبت میں مزاحم ہو سکتی ہے

سمندر ایک اور ناقابل تقسیم ہے

اور آوازیں یونانی اور ترکی میں ایک سی دلکش ہیں

تھلاسا! تھلاسا! ڈینیز ڈینیز

ہیروشیما

جس روز پاکستان نے ایٹم بم کا تجربہ کیا

ہیروشیما کا موسم اتنا ہی روشن اور دلفریب تھا

جتنا چھ اگست 1945 کو تھا

جب "اینولا گے" آسمان پر ایک ذرا سے سرمئی نکتے کی طرح ظاہر ہوا

یقیناً ثقافتی اسباب کے پیش نظر وہ کیوٹو پر بمباری سے باز رہے

جسے جاپان نہیں "انسانیت کی میراث" کہا جاتا ہے

ہیروشیما کا معاملہ اور تھا

یہ ان کا تھا جو لوگ وہاں اپنی زندگیاں جی رہے تھے

صبح آٹھ بج کر پندرہ منٹ تک اس سرمئی نکتے نے ایک چھوٹا سا انڈہ چھوڑا

جس نے خود سورج کو تیرہ و تار ہونے پر مجبور کر دیا

جوہری بم کے عجائب خانے میں ان لوگوں کی تصاویر ہیں

جو اپنے پیچھے صرف اپنے سائے چھوڑ گئے

تاروں کے تجریدی اجسام ہیں جو کبھی بائیسیکل تھے

بڑے بڑے سمعی بصری پردوں پر اپنے اڈے سے

''اینولا گے'' بار بار اٹھتا ہے
موت کو گرفت میں لیتے ہوئے چھوٹے سے لڑکے کے ساتھ
دیواروں پر مختلف زبانوں کی علامتیں مطالبہ کرتی ہیں
اشیاء کو محسوس کرو، انہیں سنبھالو
میں نیلی پوشاکوں میں ملبوس مدرسوں کے بچوں کو
عجائب خانے میں ادھر سے ادھر دوڑتے دیکھتا ہوں
گنگناتے چشموں کی طرح
احتیاط سے اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے اور جھنک کر واپس لاتے ہوئے
جیسے وہ خود کو جلا ڈالیں گے، متاثر ہو جائیں گے
پھر بھی جہاں تک ممکن ہو قریب سے قریب ہونے کے ملے جلے اشتیاق میں
سمجھنے کی خاطر، ان کی مدد کے لیے جو بے بسی میں مارے گئے
جیسے حقائق کافی نہیں تھے
گھڑیاں آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر رک گئی تھیں
دھماکے کی بلندی، چھ سو میٹر
نتیجہ: دو لاکھ ہلاک آگ کے طوفان اور راکھ کی تاب کار بارش
''اینولا گے'' کے کیپٹن پال ٹیٹس نے اطلاع دی
''مہم کامیاب رہی''
آج ہیروشیما متحرک اور ترقی پذیر ہے
سیاحتی کشتیوں پر گائیڈ اس المیے کی بات کرتے ہیں

ایسے میں سیاح اپنے پکنک کے کپڑے کناروں پر پھیلاتے ہیں

اور موسم ویسا ہی خوبصورت ہے

جیسا چھ اگست 1945 کو تھا

☆

مرکز زمین

ہارنڈل زمین کا مرکز کیوں نہ ہو

کیوں کہ انسان جہاں کہیں اکیلا کھڑا ہو وہی مرکز زمین ہے

چاہے آسکارسن کے فوڈ مارٹ یا نیویارک شہر کے سب وے میں

قطار میں کھڑا ہو

سارے انسان اپنی عمروں میں ملفوف ہیں

ان کے کانوں میں خون کی تیزی، ان کے دلوں کی مرتب دھڑکن سنو

اگر چہ یہ مختلف لباس پہنتا ہے، مختلف حصوں میں مختلف قدم اٹھاتا ہے

شاید کسی ہندوستانی گاؤں میں سادگی سے زندگی بسر کرنا آسان تر ہو

جہاں کردار پہلے سے تفویض ہوتے ہیں، زندگی کا مسودہ مرتب ہوتا ہے

یہاں ہارنڈل کے مقابلے میں جہاں کم از کم نظری طور پر بول اٹھنا اور نمایاں ہونا ممکن ہے

لیکن زیادہ تر لوگ جہاں کہیں ہوں کسی بھی طرح زندگی گزارتے چلے جاتے ہیں

یہ عظیم نہیں معمولی دریافتیں ہوتی ہیں جو زندگی میں ہمیں جکڑتی ہیں

شگونوں کو پڑھنے کے قابل ہونا، وقت نے جو راستے پیچھے چھوڑے

ان کے بارے میں کچھ علم رکھنا، جاننا کہ جنگلی سٹرابیریاں کہاں اُگتی ہیں

جھیلیں کنارے خزاں میں لنگن بیریاں ہوں گی

وہ جو دنیا بھر کا سفر کرتے ہیں اپنی آنکھیں چھوڑ لیتے ہیں

ایک دوسرے کی ایڑیوں پر نظارہ کرتے ہیں

لیکن وہ جو خوش منظر ہیں آہستگی سے زندگی بسر کرتے ہیں

سب سفر کرتے ہیں

ہر پتھر کے نیچے پوشیدہ دنیا ہیں چھپی ہیں

ستارے کے پرے کے نیچے رات کے وقت شرر جگمگاتے ہیں

تو روح کی سرشاری حیران کرتی ہے

cantarella patch کھمبوں کے شہروں سے

زیادہ جگمگا سکتا ہے

عروس ابد کے خارجی قیام کی طرح زندگی کا اپنا نظام اور وقت ہوا کرتا ہے

بے ڈھنگے فرائض

گاؤں کا ست دن روٹی پکانا اور کٹیا کی صفائی ستھرائی

یہ ساری اوڑھنیاں، کیا واقعی میری ہیں؟

اپنی کھونٹیوں پر ننھے منے صاف ستھرے سیدھے جوڑے

کیوں، کون منا سا شخص انہیں پہنتا رہا

اور یہ بیل باٹم ہیٹلز کی پتلونیں۔ کیا یہ میری تھیں؟

کاڈرائے کی نفیس صدری

مجھے یاد ہے کہ میں نے اسے کبھی سیرائف میں

دس پونڈ سے اوپر میں خریدا تھا

میں ایک طلاق سہلا رہا تھا اور "Foot Steps" کا دیباچہ لکھ رہا تھا

یا ٹائیڈے کی برف پوش ڈھلانوں پر کوہ پیمائی کر رہا تھا

ہر پوشاک کی اپنی خود ایک تاریخ ہے، اپنا نام اور سال ہے

کٹیا کی تاریکی یادوں، کھوئے ہوئے مواقع اور والہانہ محبتوں پر چھا جاتی ہے

میں اپنی جیبیں ٹٹولتا ہوں اور ماچس، ٹیلیفون نمبرز

یاد دہانی کے رقعے پاتا ہوں

لیکن کیا مجھے یاد ہے کہ

ایک لمحے کے لیے زندگی کا مزا تماش بین کی طرح لیتے ہوئے

میں ماضی کی مہک اندر کھینچتا ہوں

پھر میں استقلال سے ساری گٹھڑی

کوڑے کے کالے تھیلے میں بھر دیتا ہوں

ماضی جہاں کا ہے

یہ تنور سے روٹی اتارنے کا وقت ہے

☆

دوران

سال گزرتے ہیں

تم اپنے بچوں میں دیکھتے ہو

اور جنازہ گاہوں میں اپنی بڑھتی ہوئی دلچسپی میں

کہ تم بڑے ہو رہے ہو

کیا تم نے اپنے سفید ملبوس سے معاملہ کر لیا ہے

میں اکثر اپنی بیٹی کا منا سا پاؤں ہاتھ میں لیے سویا کرتا تھا

مگر آج ایسی جسارت کون کرتا ہے؟

خواب میں زندگی تیزی سے بے الزام آتی ہے

اس رات میں ایک فلم شوٹ میں تھا

میں نے اپنے والدین کو چاپلوسی خانے میں دیکھا

میں ایسے میں، آس پاس فرش پر رینگ رہا تھا

راشن کے کوپنوں سے کھیل رہا تھا

اندھیری کھڑکیوں کے باہر جنگ تھی

مگر وہ کبھی کمرے میں نہیں آئی

جہاں میں بلیک آؤٹ کے پردوں کے گھر گھر کھیلتا
یادیں میرے پاؤں میں کرچیوں کی طرح باقی ہیں
بعض ابھی بھی ایذا اور درد دیتی ہیں
جو تم نے بسر کیا کبھی تمہارے جسم سے نہیں نکلتا
خواب میں تم اپنی ساری عمر ماہی گیری کے
ایک بڑے نرالر کی طرح ساتھ گھسیٹتے ہو
میں صبح سویرے اٹھ بیٹھتا ہوں
اپنے منہ میں اداسی کی ایک میٹھی لذت لیے

☆

ڈیلفی کارتھ بان

ابھی تک ٹکٹکی باندھے ایک بت
ڈیلفی کے عجائب گھر میں ایستادہ ہے
زیرِ محراب کامرانی، فتح کے رتھ پر
کمر بستہ اور ایک بھی عضلہ ہلائے بنا
وہ تناسب کی علامت ہے
جو وقت اور موت سے ماوراء ہے
اپنی اور ہماری
یقینی فتح کے وفور سے بے نیاز
وہ اپنے بائیں ہاتھ میں ساری لگامیں تھامے ہوئے ہے
اس کا چوغہ بھاری تہوں میں آویزاں ہے
جیسے گزرتی ہوا اس پر اثر نہیں کرتی
اس کے چہرے کے خدوخال اب بھی حسین اور ویسے ہی ناموجود ہیں
جیسے وہ کبھی تھے جب پولیزالوس کے اعزاز میں انہیں تراشا گیا
اس کی آنکھیں اپنی ہوشیار پتلیوں سے

ہم پر زندانِ وقت سے نگاہ کرتی ہیں
زندگی کے گردابوں کے بیچ تسلی رکھو
یہی ہمیں ڈیلٹی کا سوار سمجھا جاتا ہے
کسی کی جیت یا ہار میں خود کو بہنے نہ دو
زندگی کے نشیب و فراز میں سختی سے جمے رہو
بے قابو زندگی کی لگاموں پر مضبوط گرفت کے ساتھ

ح☆

پرندے

صوفیہ میں اس قدر پرندے کیوں ہیں
ہوٹل بلغاریہ کے باہر درختوں میں بیٹھے ہوئے
ہر صبح وہ مجھے جلدی جگا دیتے ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ وہ کوسوو کے مہاجرین ہیں
ہم انہیں پہاڑوں پر کالے بادلوں کی طرح
اس مقدس مقام پر اڑا لائے
لیکن ہم انہیں واپس لینے کے لیے کیا کریں
پرندے حکم نہیں سنتے نہ ہی شاعر
کھلے سمندر پر لہروں کی طرح
وہ اپنا راستہ خود چنتے ہیں
پھر بھی سوال باقی ہے
ہم پرندوں کو واپس کیسے لائیں
کوسوو کے خاموش درختوں کی جانب؟

☆

ڈاکٹر کے پاس سٹیتھوسکوپ ہوتا ہے لیکن میرے پاس میری نظمیں ہیں۔میری شاعری مجھے میرے احوالِ دل ،میرے خوابوں اور حقیقتوں سے باخبر رکھتی ہے۔ڈاکٹر تو بلڈ ٹیسٹ کے ذریعے صحت کا تعین کرتا ہے۔میں یہ کام پوئٹری ٹیسٹ سے کرتا ہوں۔

بدقسمتی سے میں ڈاکٹر کی طرح کوئی نسخہ تحریر نہیں کرسکتا۔لیکن میری نظمیں مجھے اور آپ کو زندگی کے تضادات کے ادراک میں اور فراخ دل روشنی ہمیں اپنے آپ کو پرکھنے میں مدد دیتی ہیں۔

ہم اپنے کرب اور آنسوں پیاسوں میں اکیلے نہیں۔ہم مختلف جسموں میں زندہ رہتے ہیں لیکن ایک ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔

پیٹر گرمین

The Charioteer in Delphi

The Doctor has his stethoscope. I have my poems. With them I listen to my heart, my dreams, my reality. When the doctor takes his blood test to determine the condition of your health, I take my poetry test.

Unfortunately, I cannot, like the doctor, write out any prescriptions.

There are poems instead. But perhaps they can help me and you to endure life's paradoxes more easily and to make us see ourselves in a more forgiving light. We are not alone in our longing and agony, we live in different bodies but in the same life.

Peter Curman

ISBN-978-969-472-226-9